نذیر حق

شاہ جی! کچھ یادیں کچھ باتیں

.... یہ ۱۹۵۹ء کے اواخر کا ذکر ہے! ان دنوں میں روزنامہ کوھستان (اب مرحوم) ملتان میں بطور سب ایڈیٹر کام کر رہا تھا۔ کوہستان ملتان سے ۲۱ اپریل ۱۹۵۹ء کو جاری کیا گیا۔ میرے استاذِ محترم جناب اقبال زبیری (جو روزنامہ مشرق کے چیف ایڈیٹر اور چیف ایگزیکٹو کے عہدہ پر کئی سال فائز رہنے کے بعد اب ریٹائر ہو چکے ہیں) کوہستان ملتان کے ریذیڈنٹ ایڈیٹر اور نامور صحافی جناب ایثار راعی (اب ملتان سے شائع ہونے والے روزنامہ "قومی آواز" کے مالک و مدیر اعلیٰ ہیں) کوھستان کے چیف رپورٹر تھے۔

پہلے چند ماہ تو نیا اخبار نکالنے کی ہاؤ ہو میں گزر گئے۔ جب ذرا سکون ہوا تو ملتان شہر پر زیادہ توجہ دینے کا آغاز ہوا۔ کبھی کوئی علاقہ، کبھی کوئی بازار کبھی کوئی محلہ ہم لوگوں کی "سیر گاہ" بنتا۔ انہی دنوں کا ذکر ہے کہ صبح تقریباً دس بجے ایثار راعی صاحب تیار ہو کر نکلنے کے موڈ میں تھے۔ میں نے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے تو بولے آج امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری (رحمۃ اللہ علیہ) سے ملنے کا قصد ہے۔

میں شاہ جی کے نام اور کارناموں سے واقف تھا۔ لاہور میں اپنی تعلیم کے دوران شاہ جی کی تقریریں سن چکا تھا لیکن سچی بات یہ ہے کہ مجھے یہ علم نہ تھا کہ ملت کا یہ نقیب اعظم ملتان کے کس گوشہ میں فروکش ہے۔ شاہ جی چند سال سے عملی زندگی سے گویا ریٹائر ہو چکے تھے اور ذیابیطس اور بعض دوسرے امراض کے باعث گوشہ نشینی کی زندگی گزار رہے تھے۔ قبل ازیں وہ خان گڑھ میں مقیم رہے تھے۔ شاہ جی کا نام سن کر میرے دل میں بھی تحریک آزادی کے اس شعلہ بیاں مقرر کی زیارت کا شوق ابھرا اور میں نے ایثار صاحب سے درخواست کی کہ اگر وہ چند منٹ رک جائیں تو میں بھی ان کے ساتھ شاہ جی کی خدمت میں حاضری کے لئے تیار ہو جاؤں۔

"چل چھیتی کر" (چلو جلدی کرو) ایثار راعی نے اپنے مخصوص انداز میں کہا اور میرے کمرے میں ہی بیٹھ کر اخبار دیکھنے لگے۔ ان دنوں روزنامہ امروز (اب مرحوم) اور نوائے وقت بھی ملتان سے نکل آئے تھے۔ نوائے وقت ابھی تک ملتان سے نکل رہا ہے۔ اور پھل پھول رہا ہے۔

میں نے جلدی جلدی شیو کیا، لباس تبدیل کیا اور ایثار صاحب کے ساتھ چلنے کو تیار ہو گیا۔ ان دنوں کوھستان کا پورا عملہ حسن پروانہ کالونی کی ایک کوٹھی میں رہتا تھا جو دو منزلہ تھی۔ ہم اوپر کی منزل میں رہتے تھے۔ گھر سے نکلے اور پرانے شہر سے ڈیرہ اڈہ کی طرف جانے والی سڑک پر آ کر تانگہ پکڑا اور شاہ جی کی خدمت میں حاضری کے لئے روانہ ہوئے۔ کوئی بیس منٹ بعد ہم محلہ ٹبی شیر خان پہنچے۔

ٹبی شیر خاں ملتان شہر کے شمال مشرقی کونے میں واقع ایک پسماندہ سا محلہ تھا۔ اگرچہ ۳۵ برس کے

شب و روز نے میری اس دور کی یادوں پر کافی گرد ڈال دی ہے لیکن میرے ذہن کے پردے پر آج بھی بعض تصاویر بڑی روشن ہیں جسے میں شاہ جی کی خدمت میں حاضری کی سعادت کا پر تو تصور کرتا ہوں۔ بات ہو رہی تھی ٹبی شیر خان کی۔ یہ پختہ، نیم پختہ اور کچے مکانوں کا ملغوبہ سا محلہ تھا۔ شاہ جی جس مکان میں مقیم تھے وہ بھی ایک عام سا نیم پختہ مکان تھا۔ مکان سے کچھ دور ہی ہم تانگہ سے اتر گئے

کوئی ڈیڑھ دو سو قدم چلنے کے بعد ہم شاہ جی کے ڈیرہ پر تھے۔ یہ یاد نہیں کہ شاہ جی کو ہم نے اپنی آمد کی اطلاع کس طرح پہنچائی ہاں یہ یاد ہے کہ اجازت ملنے پر ہم مکان کے اندر داخل ہوئے۔ بیرونی دروازے سے چند قدم پر ہی بائیں طرف وہ چھوٹی سی نیم پختہ کوٹھڑی (بیٹھک) تھی جس میں برصغیر کی اقلیم خطابت کا بے تاج بادشاہ آرام فرما رہا تھا۔

شاہ جی کوٹھری کے ایک طرف، مشرق و مغرب کے رخ عام سے بستر پر آرام فرما تھے۔ ایثار راعی صاحب کا شاہ جی سے خاص تعلق تھا۔ کوٹھری میں ایثار راعی پہلے اور میں بعد میں داخل ہوا۔ ایثار صاحب کو دیکھ کر اور ان کے سلام کے جواب میں "وعلیکم السلام" کہتے ہوئے شاہ جی اٹھ کر بیٹھ گئے۔ میں نے بھی آگے بڑھ کر سلام کیا۔ ایثار صاحب نے میرا تعارف کرایا تو شاہ جی نے مسکراتے ہوئے دایاں ہاتھ میری طرف بڑھایا۔ میں نے شاہ جی کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لیا۔ میں ایک پینڈو ہوں اور گاؤں کے رہنے والوں کی مخصوص کیفیات (بلکہ عادات) سے اب تک پیچھا نہیں چھڑا سکا۔ اور آج سے ۳۵ برس قبل۔۔۔۔ آپ خود ہی اندازہ لگائیں۔۔۔۔ میں نے جھک کر دست بوسی کی کوشش کی مگر انہوں نے ہاتھ کھینچ لیا اور میرے شانے پر تھپکی دیتے ہوئے کہا "بیٹھو بیٹھو"

اس کے بعد بھی میں ایثار صاحب کی رفاقت میں کئی بار شاہ جی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ کبھی کوئی سوال کرنے کی تو جرأت نہ ہوئی ہاں ان کی باتوں کو غور سے سنتا رہتا۔ ایثار صاحب کے ساتھ شاہ جی ملک کی صورت حال اور سیاست پر بھی باتیں کرتے۔ کبھی کبھار شاہ جی اپنے احوال بھی بیان کرتے اور اس بات پر دکھ کا اظہار کرتے کہ بعض لوگ جو ان کے طفیل معاشرے میں معزز بنے پھرتے ہیں، ان کو ملنے تک نہیں آتے۔

ان دنوں شاہ جی کو تنہائی کا دکھ کھائے جا رہا تھا۔ ذیابیطس کا مرض بھی زوروں پر تھا اور بعض دیگر عوارض بھی، لیکن لاکھوں کے مجمعے کو مبہوت کر کے بٹھا دینے والا یہ شعلہ نوا خطیب تنہائی کے دکھ سے زیادہ کسی اور تکلیف کو محسوس نہیں کر رہا تھا۔ ایک بار تو انہوں نے اپنی زبان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہ بھی کہا تھا جب تک یہ بولتی تھی سبھی آگے پیچھے پھرتے تھے مگر اب۔۔۔۔۔۔۔۔۔ شاہ جی خاموش ہو گئے تنہائی کا گہرا دکھ ان کے چہرے سے عیاں تھا اور سچی بات یہ ہے کہ شاہ جی کی کوٹھری بھی غم میں ڈوبی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔

ایک دن ہم گئے تو شاہ جی خوشگوار موڈ میں تھے۔ غالباً مرض میں کچھ افاقہ تھا۔ ذیابیطس کا ذکر بھی کیا اور

فرمایا کہ اس مرض میں مبتلا افراد کو جامن کھانے چاہئیں۔ وہ خود بھی جامن کھا کر فارغ ہوئے تھے جو شاید ان کے کسی عقیدت مند نے بھجوائے تھے۔ خوشگوار موڈ میں باتیں کرتے ہوئے شاہ جی نے دوستوں اور دشمنوں کے متعلق بعض پتے کی باتیں کہیں۔ ان کی ایک بات جو آج تک میرے دل پر نقش ہے وہ یہ ہے کہ "جب کسی دوست سے ملنے جاؤ، لباس خواہ کیسا بھی ہو، منہ خوب دھو کر اور بال سنوار کر جاؤ کہ دوست تمہارے چہرے کو سب سے پہلے دیکھتا ہے اور شگفتہ چہرے کو دیکھ کر خوش ہو جاتا ہے۔ اسے آپ کے لباس وغیرہ سے کم ہی دلچسپی ہوتی ہے۔ لیکن جب کسی دشمن سے ملاقات کے لئے جاؤ تو لباس اچھا اور خاص طور پر جوتا چمک دار، صاف ستھرا پہن کر جاؤ کہ دشمن سب سے پہلے آپ کے پاؤں کو دیکھتا ہے۔ شاہ جی کے اس فلسفے کا مجھے کئی بار عملی تجربہ ہوا اور میں نے اسے سچ پایا۔

شاہ جی نے ۲۱ اگست ۱۹۶۱ء کو داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ اگلے روز تیسرے پہر اس بے مثال خطیب اور شعلہ نوا مقرر کی نمازِ جنازہ غالباً ایمرسن کالج کی گراؤنڈ میں ادا کی گئی۔ جنازہ میں دو لاکھ کے لگ بھگ انسان شریک تھے۔ بہت سے لوگ جن میں حضرت شورش کاشمیری بھی شامل تھے، زار و قطار رو رہے تھے۔ شاہ جی کو جلال باقری قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا۔ اتنا بڑا جنازہ ملتان کی تاریخ میں اس سے قبل اور اس کے بعد دیکھنے میں نہیں آیا۔

کہا جاتا ہے کہ ۱۹۳۴ء میں شاہ جی۔ نے ملتان میں معراج النبی ﷺ کے ایک عظیم جلسہ سے جو باغ لانگے خاں میں منعقد ہوا خطاب کیا۔ عشق رسول ﷺ میں ڈوب کر شاہ جی نے جو تقریر کی ہو گی اس کا حال سنانے والا اب شاید کوئی ہو، لیکن مشہور ہے کہ شاہ جی کی تقریر سن کر جلسہ میں شامل ایک مجذوب نے نعرہ مستانہ بلند کیا اور دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر ملتانی زبان میں کہا "سیدا! شالا اتھائیں دفن تھیویں" (اے سید زادے، خدا کرے تو یہیں دفن ہو، اور مجذوب کی یہ دعا ربع صدی بعد قبول ہوئی اور ملتان کی مٹی کو ہی یہ سعادت نصیب ہوئی کہ بیسویں صدی کا یہ فقید المثال اور عظیم خطیب محو خواب ہے۔

سید عبدالحمید عدم (مرحوم) نے شاہ جی کی وفات پر ایک حیرت انگیز نظم لکھی۔ اس کے آخری دو اشعار ملاحظہ کیجئے۔

ادا کر کے فرض اپنی خدمات کا
سحر دم جاگا ہوا رات کا
ابد کے نگر کو روانہ ہوا
مکمل سفر کا فسانہ ہوا

❋❋